اللہ صبر واستقامت دکھانے والوں سے وعدوں کے مطابق پیار کرے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل دو آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ○ (الروم:۶۱)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (المومن:۵۶)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

قرآن عظیم میں صبر کے موضوع پر ایک سو سے زائد آیات میں بیان ہوا ہے۔ یہ ایک بنیادی حکم ہے جس کا تعلق تمام قرآنی احکام سے ہے اوامر ہوں یا نواہی ہوں۔ صبر کے معنی ہیں جیسا کہ میں نے ایک پہلے خطبے میں بھی ذرا تفصیل سے بیان کیا تھا اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ حَبْسُ النَّفْسِ عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ الْعَقْلُ وَالشَّرْعُ اَوْ اِمَّا يَقْتَضِيَانِ حَبْسَهَا عَنْهُ (مفردات زیر لفظ صبر) نفس کو روکے رکھنا قابو میں رکھنا ان چیزوں کے کرنے نہ کرنے سے جو عقل کا تقاضا ہو یعنی فطرت انسانی کا حکم ہو یا شریعتِ اسلامیہ کا تقاضا ہو اور مفرداتِ راغب نے لکھا ہے کہ یا ہر دو کا تقاضا ہو۔ چونکہ اسلام دینِ حکمت ہے اس لئے تمام اسلامی احکام شریعت کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں اور انسانی فطرت اور عقل کے

تقاضوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں۔ اس کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو وہ صبر سے کام لے یعنی بلاوجہ نامعقول طور پر وہ رونا پیٹنا نہ شروع کر دے بلکہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اس حد تک اور اس طریق پر غم کا اظہار کرے جس کی انسانی فطرت یا شریعتِ اسلامیہ نے اجازت دی ہے یا جب مخالف زور کے ساتھ اور طاقت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے تو اس وقت صبر اور استقامت کے ساتھ اس کے مقابلے میں شریعتِ اسلامیہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کھڑے ہو جانا اور پیٹھ نہ دکھانا یہ صبر ہے اور باقاعدگی کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ نماز باجماعت کا ادا کرتے رہنا اس پر استقامت اختیار کرنا یہ صبر ہے۔ تو ہر حکم کے ساتھ اس کا اصل میں تعلق آجاتا ہے کہ نفس کو روکے رکھنا اس چیز سے جس چیز سے روکا گیا ہے یعنی وہ نہ کرے اور جس چیز کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کو نہ کرنے کی طرف مائل نہ ہو، اس میں سستی نہ دکھائے۔ یہ جو دو آیات میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں ان ہر دو کا جو ترجمہ ہے وہ میں پہلے پڑھ دیتا ہوں۔

پس استقلال سے اپنے ایمان پر قائم رہو۔ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور چاہیئے کہ جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تجھے دھوکہ دے کر اپنی جگہ سے ہٹا نہ دیں۔ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ پس تو صبر سے کام لے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور خدا تعالیٰ سے بخشش مانگتا رہ اور اپنے رب کی شام اور صبح حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح بھی کرتا رہ۔

ان آیات میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ہر حالت میں صبر پر قائم رہنا ہے۔ انسانی زندگی میں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آتا کہ جہاں بے صبری کی اسے اسلام نے اجازت دی ہو۔ دوسری بات چونکہ اسلام حکمت کا مذہب ہے دلیل بھی ساتھ ساتھ دیتا ہے۔ جو لوگ صبر و استقامت دکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ان سے عظیم وعدہ یہ ہے کہ وعدوں کے مطابق ان سے وہ پیار کا سلوک کرے گا۔ جیسے جیسے اعمال ہیں ان کی جو جو جزا اور ثواب اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں بیان کیا ہے اس کے وہ حقدار بن جائیں گے محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

تیسرے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اگر کوئی حکم دینے والی ہستی ایسی ہو کہ حکم دے اور وعدہ بھی کرے لیکن ایفائے عہد کی طاقت نہ رکھتی ہو تو انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے کہ میں جو احکام ہیں ان کو بجا بھی لاؤں لیکن فائدہ یقینی نہیں۔ تو یہاں یہ تسلی دلائی گئی ہے کہ اگر دنیا دار کوئی وعدہ کرے تو ہزار بدظنیاں ہو سکتی ہیں۔ دنیا دار اگر کوئی وعدہ کرے تو ہزار امکان اس بات کا ہو سکتا ہے کہ خواہش کے باوجود وہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ ہزار حالات ایسے پیدا ہو سکتے ہیں کہ پہلے طاقت رکھتا تھا وعدہ پورا کرنے کی اب اس سے وہ طاقت چھین لی گئی۔ ہزار امکان ایسا ہے کہ پہلے اس کا دل خدا کی طرف جھکا ہوا تھا اور اب شیطان کے قبضے میں آ چکا اور اس لئے وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر تو اس قسم کی کوئی بدظنی کی ہی نہیں جا سکتی۔ اَلَآ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ جو خدا کا وعدہ ہے وہ بہرحال پورا ہو کر رہے گا لیکن جیسا کہ ہمیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے متعلق یہ اصولی بات بتائی کہ خدا کا وعدہ اس رنگ میں اور اس وقت پورا ہوگا جس رنگ میں اور جس وقت وہ پورا کرنا چاہے گا۔ انسان اللہ تعالیٰ کو ڈکٹیٹ (Dictate) نہیں کرا سکتا۔ زور بازو سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنا وعدہ اس شکل میں اور اس وقت پورا کر۔ بہت سی ایسی قومیں ہمیں تاریخِ انسانی میں نظر آتی ہیں جن سے کئے گے وعدے صدیوں بعد اسی طرح پورے ہوئے جس طرح وعدے کئے گئے تھے لیکن صدیاں انہوں نے انتظار میں گزاریں۔ ایسی قوم بھی ہمیں نظر آتی ہے کہ وعدہ چار سال کے بعد پورا ہو گیا۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جب میں سپین میں گیا تو بڑی بے چینی اور پریشانی اس ملک کے متعلق ہوئی کہ سات سو سال مسلمانوں نے وہاں حکومت کی اور جب وہ مغلوب ہوئے تو مخالفین نے ایک بھی مسلمان باقی نہیں چھوڑا۔ بہت دعائیں کرنے کی ایک رات توفیق ملی کہ خدایا تیری رحمت میں رہے صدیوں، تیری رحمت سے محروم ہوئے صدیاں گزر گئیں۔ پھر ان کے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کر۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ سامان تو پیدا کر دیئے جائیں گے لیکن تیری خواہش کے مطابق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا وہ سامان پیدا کرے گا اور آخر یہ غلبۂ اسلام کا زمانہ

ہے۔ غلبۂ اسلام کے دائرہ سے سپین کی قوم باہر نہیں رہے گی۔

تو اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ خدا تعالیٰ پر انسان بدظنی نہیں کرسکتا۔ بدظنی کرنے والا ہلاک ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی جو طاقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی آج بھی وہی طاقت ہے اس کی۔ اس کی طاقتوں میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی جو عظمت اور علوِ شان اور اس کی کبریائی پہلے تھی جو پہلے ہمیشہ رہی وہ آئندہ ہمیشہ رہے گی۔ پچھلی طرف منہ کریں تو نہ پہلے زمانہ کی کوئی انتہا ہے جہاں ہماری نظر ٹھہر جائے نہ آئندہ کے متعلق ہماری عقلیں مستقبل کا کوئی ایسا مقام ڈھونڈ سکتی ہیں کہ جس کے بعد کوئی زمانہ نہ ہو اور جس کے بعد خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے جلوے ختم ہو جائیں۔ ازلی ابدی خدا ہمیشہ پیار کرنے والوں سے پیار کرنے والا، قربانی دینے والوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں لے جانے والا ہے آزمائش کرتا ہے تا سچے اور جھوٹے میں فرق کرے تا پختہ اور منافق ایمان والے میں فرق کرے تا کمزور ایمان والے کی جو تھوڑی سی عظمت ہے اس میں اور اس عظیم عظمت میں فرق کرے تا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے عظیم تھے ان کی عظمتوں میں اور آپ کی امت میں جو آپ کے غلام جو آپ کے پاؤں کے قریب بیٹھنے والے جو خود کو آپ کی جوتی کے برابر بھی نہ سمجھنے والے ہیں اور اس فدائیت اور پیار اور جاں نثاری کے نتیجہ میں خدا کے پیار کو حاصل کرنے والے ہیں ان دو فرقوں کو وہ ظاہر کرے۔ یہ اپنی جگہ درست لیکن خدا کا وعدہ خدا کا وعدہ ہے۔ وہ جو اتنی عظمتوں والا ہے کہ جن عظمتوں کا انسان تصور نہیں کرسکتا جو تھوڑے وعدے یا چھوٹے وعدے جن کو ہم نسبتاً چھوٹے کہتے ہیں وہ بھی بڑے عظیم ہیں کیونکہ ان کا سرچشمہ اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تو تیسری بات یہ فرمائی کہ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ گھبرانا نہیں۔ بدظنی نہ کرنا، جادۂ استقامت کو چھوڑ نہیں دینا دامن جو پکڑا ہے وہ تمہارے ہاتھ سے چھوٹے نہیں، ثبات قدم دکھانا ہے وفا کے نمونے ظاہر کرنے ہیں اور خدا کے پیار کو حاصل کرنا ہے۔

چوتھی بات ان آیات میں ہمیں یہ بتائی گئی لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ۔ کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔ لَا یُوۡقِنُوۡنَ میں واضح کرکے یہ نہیں بتایا گیا

کہ کس بات پر یقین نہیں رکھتے اس واسطے ہم نے اپنی عقل اور اسلام کی عام تعلیم کے مطابق اس کی تفسیر کرتے ہوئے بعض بنیادی باتوں کو اٹھانا ہے تو لَا يُوْقِنُوْنَ کے ایک معنی ”اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں“۔ دوسرے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ جو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگ ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ ایک ایسا گروہ بھی ہے۔ تو چوتھی بات ہمیں یہ پتا لگی کہ دنیا میں ایسے انسان بھی ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ یقین نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہے، جیسے دہریہ ہیں، جیسے کمیونسٹ ہیں جیسے خدا تعالیٰ کے ایسے دشمن جو یہ اعلان کرتے ہیں کہ زمین سے اس کے نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے نامعقول دعوے ہیں لیکن بہرحال ایسا دعویٰ کرنے والے تو موجود ہیں یہ دعویٰ کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں اور سب کچھ ویسے ہی چلا آ رہا ہے اور انسان کو خدا پر بھروسہ رکھنے اس پر توکل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے نزدیک ملے گا کچھ نہیں اور جو وعدہ دیا گیا ہے چونکہ خدا تعالیٰ پر یقین نہیں لفظ پر کیسے یقین ہوگا۔ اس پہ یقین نہیں تو وہ خدا پر یقین رکھنے والوں میں سے بعض کے دلوں میں بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دنیا کی طرف بلاتے ہیں۔ زمین کی طرف کھینچتے ہیں ان لوگوں کو جو آسمانوں کی رفعتوں کی تلاش میں اپنی زندگیاں گزارنے والے ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے وعدہ پر یقین نہیں۔ ایک گروہ ایسا بھی ہے دنیا میں کہ جو امپرسنل گاڈ (Impersonal God) پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنا عظیم اور انسان کی کیا ہستی ہے۔ اس کے مقابلے میں شے ہی کوئی چیز نہیں لاشئ محض ہے۔ اس کو کیا ضرورت پڑی کہ ہم سے ذاتی تعلق رکھے۔ اگر خدا اپنے بندوں سے ذاتی تعلق نہیں رکھتا تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو وعدے بھی نہیں دے گا اور اگر وعدہ کا کہیں اعلان ہو تو وہ اعلان ایسے لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔

تو پانچویں بات یہ فرمائی کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے جس کے متعلق میں نے بڑے اختصار کے ساتھ ابھی کچھ بتایا ہے اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگ تجھے دھوکہ دے کر مقامِ صبر سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس میں وہ کامیاب نہ ہوں ان سے ہوشیار رہنا۔

چھٹی بات جو خدائی وعدے ہیں وہ بہرحال اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔ دنیا جتنا چاہے زور لگالے اللہ تعالیٰ کے وعدوں نے تو بہرحال پورا ہونا ہے۔ ان وعدوں کے پورا ہونے کے وقت جنہوں نے ان وعدوں کے پورا ہونے کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا ہے وہ ہوں گے جو صبر اور استقلال اور استقامت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حکم بجالانے والے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جب ہم صبر کریں گے جب ہم خدا تعالیٰ سے جو وفا کا عہد باندھا ہے اسے توڑیں گے نہیں بلکہ اس کے وفا دار بندے بن کر اپنی زندگیاں گزاریں گے وہ انعام پائیں گے اس وقت جب وہ وعدہ پورا ہوگا اور جو لوگ کسی کے بہکانے میں آجائیں گے دہریہ منکر دشمن خدا کے بہکانے میں یا ان لوگوں کے بہکانے میں جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے وعدہ پورا ہونے کے وقت ان وعدوں کی برکتوں میں اس گروہ کا تو بہر حال حصہ نہیں ہوگا۔ اس واسطے ہمیں یہ متنبہ کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ تجھے دھوکہ دے کر اپنی جگہ یا مقامِ صبر ثبات قدم استقامت استقلال کا جو مقام ہے انسان کا ایک بڑا بزرگ مقام وہاں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے ان کے جال میں نہ پھنسنا یہ چھٹی بات ہے یعنی پہلے تو یہ تھا نا کہ کوشش کریں گے وہ۔ چھٹے ہمیں یہ تنبیہہ کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کے فریب سے بچے رہنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ساتویں ہمیں یہ بتایا کہ ان کے مکر اور فریب سے بچے رہنے کے تین اصول تین گُر ہیں ایک کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں یعنی صبر واستقامت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ دوسرا ذریعہ اس فریب سے بچنے کا استغفار ہے۔ انسان بہرحال کمزور ہے اور بشری کمزوری کے نتیجہ میں ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو خدا تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں۔ انسان محض اپنی طاقت سے شیطانی حملہ سے بچ نہیں سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شاملِ حال ہو اور خدا تعالیٰ شیطانی حملہ سے اپنی تدبیر سے اپنی رحمت سے اسے بچائے اس واسطے کہا استغفار کرو۔

خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہو، مغفرت کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ سرزد نہ ہو انسان اپنی کوشش سے گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس طرح کہ وہ پاک اور مطہر بن جائے کیونکہ بتایا گیا تھا لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ اپنی کوشش، اپنی تدبیر سے تم خدا کی نگاہ میں پاک اور مطہر نہیں بن سکتے اور دوسرے استغفار کے معنی یہ ہیں کہ گناہ سرزد ہوگیا اس کے بدنتائج سے انسان بچنے کی

خواہش رکھتا ہے لیکن طاقت نہیں رکھتا۔ طاقت خدا رکھتا ہے کہ جو اس سے گناہ سرزد ہوا اس کے بدنتائج سے وہ اپنی رحمت سے اسے محفوظ کرلے تو ایک تو استغفار ذریعہ بتایا کہ خدا سے کہو کہ خدایا ہم پر ایسے فضل کر۔ یہ استغفار کے معنوں کا حصہ ہے، ایسا فضل کر ہم پر کہ ہم سے گناہ سرزد نہ ہوں ایسی باتیں نہ کریں ہم، ایسے اعمال نہ بجالائیں جو تیری ناراضگی کا موجب ہوجائیں اور اگر بشری کمزوری کے نتیجہ میں ہم سے ایسے گناہ سرزد ہوجائیں تو ان کے بدنتائج سے ہمیں محفوظ کرلے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔

اور آٹھویں اور آخری بات جو اس وقت میں کہنا چاہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتائی کہ جس فضل اور رحمت کا تعلق استغفار سے ہے انسان کہتا ہے اے خدا! اپنے فضل اور اپنی رحمت سے گناہ سرزد ہونے سے بچالے سرزد ہوجائے تو ان کے بدنتائج سے بچالے۔ یہ فضل اور رحمت انسان اپنے زور اور طاقت سے یا اپنی تدبیر سے اللہ تعالیٰ سے حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے یہ بتایا گیا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ کہ صبح وشام اٹھتے بیٹھتے خدا کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ دوسری جگہ فرمایا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (اٰل عمران:۱۹۲) تو خدا کی حمد میں مصروف رہو خدا کی تسبیح میں مصروف رہو اس کے نتیجہ میں فضل ملے گا فضل کے نتیجے میں گناہ کے سرزد ہونے سے محفوظ ہوجاؤ گے گناہ سرزد ہوجائیں تو ان کے بداثرات سے محفوظ ہوجاؤ گے۔ استغفار کی دعا قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوگا۔ اگر تم خدا کو یاد رکھو گے خدا تمہیں یاد رکھے گا اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ایک تو فرائض ہیں۔ حکم ہے کہ یہ عبادات بجالاؤ۔ ایک وہ عبادات ہیں جو فرائض نہیں نوافل کہلاتے ہیں۔ فرض تو وہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو یا اللہ اپنے بندے کو جھنجوڑ کے کہتا ہے کہ پانچ وقت مسجد میں جا کے نماز پڑھو۔ یہ فرض ہے کہتا ہے کہ نہیں کرے گا تو میں تجھ سے ناراض ہوجاؤں گا۔ ناراضگی سے بچنے کے لئے فرائض ہیں۔ فرائض کے ساتھ جو اس کی رحمتیں لگی ہوئی ہیں ان کے حصول کے لئے فرائض ہیں لیکن بلندیوں کے حصول کے لئے (مسجد کے اندر دوسروں کے کندھوں پر سے آگے آتے ہوئے ایک شخص کو دیکھ کر حضور نے فرمایا):-

دیکھو پیچھے سے چھلانگیں مار مار کے آگے نہ آؤ مسجد کے آداب بھی ہیں ان پر بھی صبر سے استقامت کے ساتھ قائم رہنا چاہیئے اور وہ بھی سکھانے والے ہمارے پیارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ ہمارے علماء کا اور بڑوں کا اور تربیت یافتہ لوگوں کا کام ہے کہ وہ آدابِ زندگی ہر شعبۂ زندگی کے متعلق بتاتے رہا کریں۔ بہرحال اب میں یہ بتا رہا ہوں کہ ایک عبادت ہے فرائض سے تعلق رکھنے والی اگر کوئی نہ کرے گناہ گار ہو جاتا ہے۔ اگر کرے تو اس انعام کا وارث ہوتا ہے جس انعام کا اس فرض سے تعلق ہے ایک عبادت ہے نوافل سے تعلق رکھنے والی۔ اگر وہ عبادت نہ کرے گنہگار نہیں ہوتا لیکن رفعتوں کو حاصل نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ کے اس انتہائی پیار کو حاصل نہیں کرسکتا جس انتہائی پیار کے حصول کے لئے انسان کو پیدا کیا اور ہر انسان کو دائرۂ استعداد تک اس رفعت کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اس کو طاقتیں دیں۔ اس کے لئے نوافل ہیں تو وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ میں فرائض بھی آتے ہیں کیونکہ ہم تسبیح اور تحمید اپنے فرائض میں بھی کرتے ہیں لیکن محض وہ نہیں بلکہ یہاں عام رکھا گیا ہے اور فرائض کی ادائیگی تھوڑی سی مشکل بھی ہو جاتی ہے نفس کے اوپر بار بھی گذرتا ہے ایک آدمی رات کو دیر تک کام کرتا رہا صبح کی نماز کے لئے اس کے لئے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن وہ سمجھتا ہے خدا نے میرے پر فرض مقرر کیا ہے میں جاؤں لیکن یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ صبح وشام، دوسری جگہ کہا گیا ہے کھڑے ہو، بیٹھے ہو، لیٹے ہو، میرا ذکر کرتے رہو یہ تو خدا تعالیٰ کا پیار مطالبہ کرتا ہے اور تمہارے اوپر کوئی بار نہیں ڈالتا۔ یہ نہیں کہا کہ لیٹے ہو تو بیٹھ کے تسبیح اور تحمید کرو یہ کہا ہے لیٹے ہوئے کرو۔ ہر وقت مجھے یاد رکھو تو مقامِ محمود جو ہے ہر شخص کے دائرہ استعداد کے اندر یعنی سب سے بلند مقام جو وہ شخص حاصل کرسکتا ہے وہاں تک وہ پہنچ جائے گا۔ اگر وہ محض فرائض تک رہے گا تو دوزخ سے بچ جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زمیندار آئے باہر کے علاقہ سے، کہنے لگے یہ فرض یہ فرض آپ کہتے رہے ہاں، کہنے لگا کہ میں سارے فرائض تو ادا کروں گا پر نفل میں نے کوئی نہیں پڑھنا تو جب اٹھ کے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اپنی بات پر قائم رہے کہ سارے فرائض ادا کر دے تو دَخَلَ الْجَنَّةَ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس کا انعام ہے

لیکن جنت کے بلند مقام کا یہ حقدار نہیں بنے گا دوزخ میں نہیں جائے گا وہاں دَخَلَ الْجَنَّةَ اظہار اس بات کا ہے کہ پھر یہ دوزخ میں نہیں جاتا خدا نے جو فرائض اس کے لئے ضروری قرار دیئے تھے وہ اس نے پورے کر دیئے لیکن جنہوں نے اس دنیا میں اور آنے والی زندگی میں خدا تعالیٰ کے انتہائی پیار کو حاصل کرنا ہو وہ بغیر کسی بار کے جو محسوس کریں ذکر کی عادت ڈالیں۔ یہ عادت کی بات ہے۔ ذکر جو ہمیں اسلام نے سکھایا ہے عادت سے تعلق رکھتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا میں کالج میں پرنسپل تھا تو جب امتحان کے پرچے بھجوائے جاتے تھے تو کئی سو دستخط کرنے ہوتے تھے اچھے پندرہ بیس منٹ لگ جاتے تھے ایک کلرک تیز کام کرنے کے لئے پاس کھڑا ہوا ورقے الٹتا تھا مجھے خیال آیا میں نے اسے کہا کہ دیکھو میں ساتھ ساتھ تحمید اور تسبیح بھی کرتا ہوں جو آسانی سے سو، ڈیڑھ سو دفعہ ہو جاتی ہے۔ دستخط بھی کرتا جاتا ہوں۔ دستخط کرتے وقت سبحان اللہ کہنا دستخط کرنے میں روک تو نہیں وہ تو مسل (Muscle) کی عادت ہے کرتا ہے۔ بڑی تیزی سے میں اپنے دستخط کرتا ہوں تو تم بھی ذکر کرو، تم اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو تم ورقے الٹا رہے ہو ساتھ تسبیح و تحمید پڑھو۔ اب مجھے تعداد یاد نہیں لیکن جس وقت دستخط ختم ہو گئے تو وہ کلرک مجھے کہنے لگا کہ آپ نے تو عجیب نسخہ بتایا میں اتنی دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ پڑھ چکا ہوں اور وہ بڑا خوش اور ایکسائیٹڈ (Excited) تھا کہ اس وقت اس پہ کوئی دھیلہ خرچ نہیں آتا۔ ایک منٹ آپ کی زندگی کا زائد خرچ نہیں ہوتا۔ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں کہ اگر آپ خدا تعالیٰ کو وہ کام کرتے ہوئے یاد رکھیں تو اس کام میں نقص پیدا ہو جائے۔ ہے ہی کوئی نہیں۔ صرف عادت کی بات ہے۔ عادت ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ پیار کو حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴؍اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۵)